نور الٰہی بصارت عطا نہ کرے تو انسان اپنے نقص بھی نہیں دیکھ سکتا اور جب تک نقص دور نہ ہوں نور الٰہی عطا نہیں ہو سکتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم دسمبر 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِى ٱللَّهُ ٱلنَّبِىَّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَٰنِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَٱغْفِرْ لَنَآ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ۝٩ (التحریم:9)

پھر فرمایا:۔

نور ہی کے تعلق میں خطبات کا سلسلہ ابھی جاری ہے اور آئندہ بھی شاید چند خطبات اسی سلسلے کے لئے وقف رہیں گے۔ بہت ہی وسیع مضمون ہے اس لئے تھوڑے وقت میں اختصار بھی کیا جائے تب بھی وہ پوری طرح پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اختصار اور پوری طرح سے مراد یہ تھی کہ اس حد تک اختصار جس سے سمجھ کچھ نہ آئے وہ کیا تو جا سکتا ہے مگر فائدہ کوئی نہیں۔ پوری طرح اختصار سے مراد یہ تھی کہ اس حد تک اختصار کہ جو کچھ کہنا ہے اس کی سمجھ تو آ جائے۔ اس لئے کوشش میں کرتا ہوں کہ اختصار رہے مگر اس کے باوجود تفصیل کے ساتھ بعض باتیں سمجھانی پڑتی ہیں جن کی اس سے بھی زیادہ

تفاصیل موجود ہیں اس لئے نسبتاً اختصار ہے ورنہ جہاں تک دکھائی دیتا ہے میں باتیں کھول کھول کر ہی پیش کر رہا ہوں۔

یہ آیت کریمہ جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا اللہ کے حضور کے توبہ کرتے ہوئے جھک جاؤ، اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے رجوع کرو۔ نَّصُوْحًا ایسی توبہ جو تَوْبَةً نَّصُوْحًا ہو۔ نصوحا سے مراد ہے خالص ایسی توبہ جو اللہ کے لئے بھی خالص ہو اور تمہیں بھی خالص کرنے والی ہو، پاک صاف کرنے والی ہو۔ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ توبہ تم کرو گے اور صفائی اللہ عطا فرمائے گا۔ توبہ کا جہاں تک تعلق ہے اس کا نَّصُوْحًا ہونا تمہارے دل کی پاکیزگی اور خالص عزم سے تعلق رکھتا ہے مگر توفیق انسان کو اپنی پاکیزگی کی نہیں مل سکتی۔ ارادہ نیک ہو کوشش مخلصانہ ہو تو فرمایا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ایسا ہو تو ہرگز بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہاری کمزوریوں کو دور فرما دے، تمہاری برائیاں تم سے دور ہٹا دے۔ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ پھر تمہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو رسوا نہیں کرے گا اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ہیں۔ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ان کا نور ان کے سامنے بھی چل رہا ہوگا اور ان کے دائیں ہاتھ بھی چل رہا ہوگا۔ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وہ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو تام کر دے، مکمل کر دے۔ وَاغْفِرْ لَنَا اور ہمیں بخش دے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں پہلی بات تو یہ قابل توجہ ہے کہ مغفرت کی اور برائیوں کے دور کرنے کی شرط تَوْبَةً نَّصُوْحًا ہے اور آنحضرت ﷺ کے متعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپؐ کے اندر کوئی بھی کدورت نہیں تھی تو مراد یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا داغ نہیں تھا، کوئی بھی ایسی میل نہیں تھی جو آپؐ کی روح کے خلوص پر ایک دھبہ بن سکتی ہو یا خدا سے تعلق کی راہ میں حائل ہو یا اس کے نور کے راستے میں ایک پردہ ڈال دے اور پوری طرح خدا کے نور کو آپؐ اخذ نہ کر سکتے

ہوں۔مومنوں کو تو سب کو یہ عظیم مقام حاصل نہیں ہے مگر حکم یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو۔لازم کر دیا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو اور اس جیسا بننے کی کوشش کرو۔اس لئے تَوْبَةً نَّصُوْحًا سے مراد یہ ہے کہ تم بھی بے داغ ہونے کی کوشش کرو کیونکہ جو تمہاری آخری منزل ہے وہ اللہ کے نور کی منزل ہے اور نور کی منزل کی راہ میں تمہاری کثافتیں حائل ہوں گی اس لئے سفر کا آغاز ایسی توبہ سے ہوگا جو خدا کے لئے خالص ہو اور تمہیں پاک اور صاف کرنے والی اور پوری طرح دھو دینے والی ہو لیکن اس کے باوجود خدا کے فضل کے سوا اور اس کی خاص قدرت کے سوا تمہاری برائیاں دور نہیں ہو سکتیں اور یہ اس لئے بھی اہم بات ہے کہ بسا اوقات انسان حصول نور سے پہلے اپنی برائیاں نہیں دیکھ سکتا اور یہ عجیب مشکل ہے کہ جب تک نور الٰہی اپنی بصارت عطا نہ کرے اس وقت تک انسان اپنے نقص بھی نہیں دیکھ سکتا اور جب تک وہ نقص دور نہ ہوں نور الٰہی عطا نہیں ہو سکتا۔ نور الٰہی کی منزل کی طرف بڑھتے ہوئے ہی تو نصیحت فرمائی گئی کہ پہلا قدم تَوْبَةً نَّصُوْحًا سے اٹھاؤ گے تو اس منزل کی طرف آجاؤ گے اور آخر پر نور کی عطا کا ذکر فرمایا گیا ہے لیکن اس سے پہلے یہ وعدہ کر دیا گیا کہ ہم جانتے ہیں کہ تمہارے اندر کمزوریاں ہیں اور ان کمزوریاں ہوتے ہوئے تمہیں خود اپنی شناخت بھی نہیں ہو سکتی۔پس اپنی ذات کی معرفت کے لئے جو نور چاہئے اگر وہ بھی حاصل نہ ہو تو پھر کیسے انسان اپنی کمزوریوں کو دور فرما سکتا ہے۔اس بظاہر عقدہ لا ینحل کا حل یہ فرمایا کہ تم یہ کرو ہم یہ کریں گے۔تم نیت صاف کر لو اور پورے خلوص کے ساتھ جس میں دنیا کا کوئی میل داخل نہ ہو نیتوں میں کوئی فتور نہ ہو یہ ارادہ کر لو کہ میں نے اپنے آپ کو ہر داغ سے پاک کرنا ہے اللہ کیا فرمائے گا۔عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ پھر تم دیکھو گے دور کی بات نہیں عَسٰی کے معنی قریب ہے یعنی تم جس چیز کو دور دیکھ رہے ہو کہ تم ہر قسم کے گند سے پاک ہو جاؤ اللہ کے نزدیک وہ اتنی آسان بات ہے کہ ہرگز بعید نہیں۔اس کے لئے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور فرما دے اور یہ وہ شرائط ہیں جن کے پورا ہونے کے بعد وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ یہ حالت جب تک حاصل نہ ہو جائے، یہ مقام جب تک حاصل نہ ہو جائے انسان ان جنتوں میں داخل ہونے کا اہل نہیں ہوتا جو جنتیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی معیت سے تعلق رکھتی ہیں چونکہ یہاں مضمون ہر جنت کا نہیں بلکہ ایسی جنتیں ہیں جن کا آنحضرت ﷺ کی معیت کا ان کے ساتھ رہنے سے تعلق ہے۔

چنانچہ فرمایا کہ وہ ان جنتوں میں کب داخل ہوں گے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جس دن اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کو رسوا نہیں کرے گا اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے یا اس پر ایمان لائے دونوں معنی شامل ہیں۔ آنحضرت ﷺ اور مومنوں کے رسوا نہ ہونے کا مضمون یہاں بیان ہونا کوئی خاص معنی رکھتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اگر کسی کے ساتھی گندے ہوں تو ساتھیوں کی وجہ سے بعض دفعہ کسی کو رسوائی ملتی ہے۔ بچے خراب ہوں تو طعنے پڑتے ہیں ماں باپ کو کہ دیکھو تمہاری اولاد کیسی نکلی۔ بعض دفعہ ان کو نصیحت کرنے کی خاطر، ان کو جھنجوڑنے کی خاطر کہا جاتا ہے دیکھ نہیں تم کس ماں باپ کے بیٹے ہو۔ تو یہ مضمون ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ اس جنت میں دینے کے لئے تمہیں حقدار بنایا جائے گا تب تم داخل کیے جاؤ گے۔ اس کے بغیر تو رسول کریم ﷺ کے لئے ایک خفت کا مضمون پیدا ہو جائے گا کہ اپنی ذات میں ایسے کامل اور اتنے موثر اور ساتھ دیکھو کیسے لوگ پھر رہے ہیں۔ تو فرمایا اس دن وہ لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پھریں گے جن کو یہ تو بہ نصیب ہوگی جو اپنے آپ کو بے داغ کرنے کی کوشش کریں گے، اللہ کا فضل ان کو بے داغ کر دے گا، ان کی کمزوریاں ان سے دور فرما دے گا۔ پھر جنت میں داخل کرے گا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی معیت اس شان سے عطا ہوگی کہ ان کا ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے کسی شرم کا موجب نہ ہوگا۔

یہ وہ لوگ ہیں نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ ان کا نور ہے جو ان کے سامنے آگے آگے دوڑے گا اور ان کے داہنے ہاتھ بھی چلے گا۔ جہاں تک داہنے ہاتھ کا تعلق ہے یہ بھی ایک اہم مضمون ہے۔ دو جگہ قرآن کریم میں نور کے آگے چلنے اور داہنے ہاتھ چلنے کا ذکر ہے اور انسان تعجب میں مبتلا ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ کیوں نہیں۔ دراصل جس طرف انسان چلتا ہے اسی طرف کو روشن ہونا چاہئے کبھی آپ نے ٹارچ لے کر ایسا آدمی چلتا نہیں دیکھا ہوگا جو اپنے پیچھے ٹارچ مارتا ہوا اور آگے چل رہا ہو۔ یہاں ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ان کا ہر قدم نیکی کی طرف اٹھتا ہے اور ان کا داہنا ہاتھ نیکی کی علامت ہے۔ تبھی مومنوں کو جو جنت کی خوشخبری ملے گی ان کو ان کی کتاب داہنے ہاتھ سے پکڑائی جائے گی یعنی نیکیوں کی کتاب ہوگی اور بایاں ہاتھ بدی کی علامت کے لئے ہے اس لئے بدوں کو ان کی کتاب بائیں ہاتھ سے پکڑائی جائے گی۔ پس جنت میں تو ہر قدم نیکی کی طرف اٹھنے والا ہے اور آگے بڑھنے والا ہے۔

ان دوصورتوں کو نور کی دو طرفوں کے بیان سے ظاہر فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا قدم اب نیکی کی بجائے کسی اور طرف نہیں اٹھ سکتا اور ان کی ہمیشہ پیش رفت رہتی ہے، ہمیشہ آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہ قافلہ ہے اور یہ سفر ہوگا جنتوں کے اندر۔ اب یہ جو تصور ہے کہ جنت میں ایک دفعہ پہنچ گئے تو پھر رات دن کھایا پیا اور آرام فرمایا۔ کاؤچوں پہ بیٹھے ہوئے ہیں اور وہی منتہیٰ ہے اس تصور کو یہ آیت کلیۃً جھٹلا رہی ہے۔ میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ جنت بھی لامتناہی ترقیات کی جگہ ہے جہاں ٹھہراؤ نہیں ہے کیونکہ ٹھہراؤ موت کا نام بھی ہے اور تنزل کا آغاز بھی ہے اور جنت کی زندگی میں نہ موت ہے نہ تنزل ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ جنت میں ہر حال میں انسان آگے بڑھے اور دوسرا اس لئے بھی لازم ہے کہ جب تک تبدیلی نہ ہو اس وقت تک انسان لطف کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ لطف آ بھی رہا ہو اور انسان ایک جگہ ٹھہر جائے تو وہیں وہ لطف جو ہے آہستہ آہستہ بدمزگی اور اکتاہٹ میں تبدیل ہو جاتا ہے جسے Boredom کہا جاتا ہے۔ بور ہو جاتا ہے انسان۔ تو حرکت میں اور تبدیلی میں وہ لذت ہے جو دائم رہتی ہے اور ہمیشہ آگے بڑھتی رہتی ہے۔ پس ایسی جنت جہاں ٹھہر جانا ہے وہ جنت تو کسی تمنا کے لائق نہیں ہے۔

فرمایا وہ کیا کہیں گے نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اے ہمارے رب ہمارے نوروں کو کامل کر دے۔ پس کمال نور ایک ایسی چیز ہے جس کا کوئی انتہا نہیں ہے کیونکہ نور کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کی صلاحیت ہی کا نام نور رکھا گیا ہے اور چونکہ مقصود بے انتہاء ہے، اس کا کوئی منتہاء نہیں، اس لئے لازماً یہ نور آگے بڑھے گا تو قدم خدا کی طرف بڑھیں گے۔ پس وہ جو پہلا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ ان کے آگے بھی نور بھاگ رہا ہوگا اور ان کے دائیں طرف بھی اس منزل کے حصول کی خاطر جو لامتناہی سفر ہے لیکن ہمیشہ آگے بڑھنے والا ہے، ہمیشہ مزید نیکیاں کمانے والا ہے، اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے یہ دعا سکھا دی گئی یا بتایا گیا کہ مومن جنت میں محمد رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہمیشہ یہ دعا کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھیں گے رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا اے ہمارے رب ہمارے نور کو کامل فرما دے وَاغْفِرْ لَنَا اور ہمیں بخش دے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اب جہاں تک بخشش کا تعلق ہے یہ ایک چھوٹی سی الجھن باقی رہ جاتی ہے کہ جنت میں کون سے گناہ ہوں جن کی بخشش کی طلب ہے اور یہ مضمون آنحضرت ﷺ کی بخشش کی دعاؤں کا مضمون بھی کھول رہا ہے۔ بخشش گناہوں کی موجودگی کو نہیں چاہتی، ضروری نہیں ہے کہ گناہ کے بغیر بخشش نہ مانگی جائے۔ بخشش میں کچھ اور بھی مضامین ہیں اور نور والوں کے تعلق میں بخشش اور معنے رکھتی ہے۔ وہ نور جو ابھی تمام کو نہیں پہنچا جبکہ سفر کرنے والے بہت ہیں اور ہر ایک کے نور کی منزل الگ الگ ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ہر شخص کو نور اس کی حسب استطاعت ملا ہے اور اس میں خدا تعالیٰ نے کوئی حتمی فیصلہ ایسا نہیں فرمایا کہ جبراً کسی کو کم دے دیا اور کسی کو زیادہ دے دیا۔ نور کے کم ہونے یا زیادہ ہونے کا تعلق اس شخص کی اپنی کمزوریوں سے ہی ہوسکتا ہے۔ ان سابقہ اعمال سے بھی ہوسکتا ہے کس کے نتیجے میں ان کی نورانی شکل بنی جس کے ساتھ وہ جنت میں سفر کریں گے۔ تو وہ دعا کریں گے وَاغْفِرْ لَنَا نور مانگنے کے بعد کہ ہمارا نور کامل فرمادے، ساتھ یہ دعا بھی ہوگی کہ اگر کامل نہیں ہوا تو کچھ ہماری اندرونی کمزوری رہ گئی ہے، کچھ ہماری جدوجہد میں کمی واقع ہوئی ہوگی، کچھ ایسی بات تو ضرور ہے کہ ہمیں نسبتاً کم نور عطا ہوا ہے۔ پس وہ قافلہ جو ہے اس کا نور یکساں نہیں ہے اور ہر جو قافلے میں شامل انسان ہے اس کی دعا ان معنوں میں الگ الگ ہے اس کی بخشش کا مضمون بھی الگ الگ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بخشش کا مضمون بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس دنیا کی دعاؤں میں بھی گناہ سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ بخشش دراصل وہ جو ہمارے اردو اور پنجابی میں بخشیش کہا جاتا ہے اس سے بھی بخشش ایک تعلق رکھتی ہے کیونکہ غفران کا تعلق ایسی عطا سے ہے جس کا بندہ حق دار نہیں ہوا کرتا اور بے حق کے مانگتا ہے ورنہ گناہ گار کو کبھی بخشا جا ہی نہیں سکتا۔ گنہگار کی بخشش اس کے حق کی وجہ سے نہیں خالصۃً عطا سے تعلق رکھتی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ پنجابی میں خصوصاً اور اردو میں بھی لفظ بخشیش جگہ بنا گیا ہے کہ ہمیں بخشیش کر۔ تو مراد ایسی عطا ہے جس کے ہم ہرگز حق دار نہیں ہیں اپنے فضل اور رحم کے ساتھ ہمیں عطا کردے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی بخشش کی دعائیں اس مضمون سے تعلق رکھتی تھیں اور بھی مضامین ہیں لیکن یہ خصوصیت کے ساتھ میرے پیش نظر رہتا ہے اور یہاں جنت میں بخشش کی دعا مانگنا قطعی طور پر ثابت کردیتا ہے کہ یہ استنباط غلط نہیں ہے کیونکہ جنت میں تو کوئی گناہ نہیں ہوں گے۔ داخل اس وقت کیا گیا جبکہ کمزوریاں بھی دور کردی گئیں اور بخش بھی دیا

گیا، سابقہ گناہوں سے تعلق کاٹ بھی دیا گیا۔ تو اگر چہ یہ بھی انسان سوچ سکتا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ ماضی کی ان کمزوریوں کا حوالہ دے رہے ہوں جن کے نتیجے میں ان کا نور مکمل ہونے میں کچھ کمی رہ گئی ہے یا نسبتاً کمی رہ گئی ہے۔ مگر چونکہ اس قافلے کے قافلہ سالار حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو آغاز ہی سے نور بنائے گئے تھے اور پاک اور صاف اور ہر قسم کے عیوب کے داغ سے منزہ یہاں تک کہ کشفاً بچپن میں آپ کے دل کو دوبارہ بھی دھویا گیا یعنی تخلیق کے بعد بھی کشفی حالت میں فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے آپ کے دل کو دھویا۔ تو جس کو ایسی پاکیزگی اور ایسی عصمت نصیب ہو اس کے تعلق میں جب بخشش کی دعا کے متعلق انسان سوچتا ہے تو ہرگز وہ مراد نہیں ہوسکتی جو عام دنیا کی فہم میں ہے۔ صرف ذنوب کی بحث باقی رہ جاتی ہے اس لئے میں نے کہا تھا یہ الگ وسیع مضمون ہے مگر جب محض بخشش کا لفظ آئے تو اس وقت میرے نزدیک بخشش سے مراد محض عطائے کامل ہے جس کا استحقاق سے کوئی تعلق نہیں اور یہاں ذنوبنا کو کوئی ذکر نہیں۔ رَبَّنَآ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا وَاغۡفِرۡ لَنَا اے ہمارے رب ہمارے نور کو کامل فرمادے اور خواہ ہمیں استحقاق ہو یا نہ ہو کہ ہم اس منزل سے آگے بڑھیں تو ہمیشہ ہم سے ایسا بخشش کا معاملہ کر کہ تیری عطا، تیرا رحم ہماری کمائیوں، محنتوں اور کوششوں سے بالا ہو۔ اس سے مستغنی اور بے نیاز ہو اور محض تیری طرف سے اترے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ تو اس چیز پر بھی قادر ہے یعنی ہر چیز پر قادر ہے تو چاہے تو اپنے بندے کو بے حساب دے دے، چاہے تو بندے کو بغیر حق کے دے دے۔ بے حد گناہ گار ہو اس کو بھی دھو دے اور پاک صاف کر دے۔ جب تیری ذات ایسی کامل اور ایسی مقتدر ہے، ہر چیز پر تو قدیر ہے تو پھر ہمارا دعا مانگنا بے محل نہیں ہے۔

اس نور کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور اقتباس یا چند اور اقتباس آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نور کی مثال بننے کے لحاظ سے کچھ اور باتیں وضاحت طلب ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (النور:36) یعنی خدا اصل نور ہے۔ ہر ایک نور زمین و آسمان کا اسی سے نکلا ہے۔۔۔“

یہاں اصل نور کا لفظ یہ ظاہر کرنے کی خاطر ہے کہ جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بات

ہوئی تھی وہاں تو مَثَلُ نُوْرِہٖ فرمایا گیا تھا اور یہاں ساری کائنات کو اللہ کا نور کہہ دیا گیا ہے تو کہیں کوئی یہ دھوکہ نہ کھالے کہ کائنات تو ساری کی ساری نور خدا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ صرف ایک مثال ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی لفظ بھی ضرورت سے زائد نہیں رکھتے اور جو لازم ہیں وہ ضرور رکھتے ہیں۔اس لئے آپ نے فرمایا کہ یہاں ''اصل'' کا لفظ حذف ہے۔مراد یہ ہے کہ دراصل اللہ ہی نور ہے اور جو کچھ تمہیں دوسری صورتیں دکھائی دیتی ہیں وہ اس کے نور کا پرتو ہے۔

''۔۔۔ہر ایک نور زمین و آسمان کا اسی سے نکلا ہے پس خدا کا نام استعارۃً پِتا رکھنا (جیسے باپ کہا گیا ہے بائبل میں) اور ہر ایک نور کی جڑ اسی کو قرار دینا اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسانی روح کا خدا سے کوئی بھاری علاقہ ہے۔۔۔'' (نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ:386، 387)

یعنی روح انسانی کا خدا تعالیٰ سے کوئی ایسا رشتہ ہے جس کو لفظ نور کے اشتراک سے ظاہر فرمایا گیا ہے۔وہی نور انسان کی روح کی صورت میں جلوہ گر ہوا ہے کیونکہ اس روح نے بالآخر اللہ کے نور کی طرف حرکت کرنا تھی یہ مراد ہے اور خدا کا نور جب کہا جاتا ہے تو کیا مراد ہے؟ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں **ان اللہ لا ینام**، صحیح مسلم کتاب الایمان سے حدیث لی گئی ہے جس کا عنوان ہے اللہ تعالیٰ یقیناً نہیں سوتا۔

عن ابی موسیٰ قال قام فینا رسول اللہ ﷺ بخمس کلمات ''پانچ باتوں کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے یعنی پانچ باتیں بیان فرماتے ہوئے **فقال ان اللہ عز وجل الاینام و لا ینبغی لہ ان ینام** کہ یقیناً اللہ تعالیٰ صاحبِ عزت وجلال نہیں سوتا نہ ہی اسے زیبا ہے نہ اس کی شان کے مطابق ہے کہ وہ سوئے **یخفض القسط و یرفعہ** وہ تکڑی کے پلڑوں کو نیچا بھی کرتا ہے اور اونچا بھی کرتا ہے۔قسط معنی انصاف۔تو مراد ہے کہ تکڑی کے دو پلڑے ہوتے ہیں کوئی پلڑا نیچا ہو جاتا ہے کوئی اوپر چلا جاتا ہے۔مفسرین کہتے ہیں یہاں مراد ہے کہ اعمال کا وزن کرتا ہے وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کے اعمال ہلکے ہیں اور کس کے بھاری ہیں، کس کے قابل قدر ہیں کس کے رد کے لائق ہیں **و یرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار** پیشتر

اس کے کہ دن کے اعمال شروع ہوں رات کے اعمال کا حساب لے لیا جاتا ہے۔ یعنی یہ خیال بھی پوری طرح ایک معاملے کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے کہ صرف آخرت کے دن ہی حساب کتاب ہوگا۔ وہ حساب کتاب ہو چکا ہوگا صرف اس کے نتیجے ظاہر کئے جائیں گے۔ حساب کتاب تو روز روز ساتھ ساتھ ہو رہا ہوتا ہے، اسی حساب کتاب کے نتیجے میں ہماری روح، جہنمی بن رہی ہوتی ہے یا جنتی بن رہی ہوتی ہے۔ پس سَرِيْعُ الْحِسَابِ (البقرہ: 203) کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ انتظار نہیں کرتا بہت لمبے عرصے، حساب کا، ساتھ ساتھ ایک حساب کا نظام جاری و ساری ہے اور انسان کی روح پر نیک اثرات بھی مرتب ہو رہے ہوتے ہیں، بد اثرات بھی مترتب ہو رہے ہوتے ہیں اور جو اس کا عمل ہے وہ اپنے ساتھ نتیجے پیدا کرتے چلا جاتا ہے۔ پس وہ تکڑی کے دو تھال ہیں جس کے اوپر وزن رکھا جاتا ہے مراد یہ ہے کہ ان کو نیچا بھی کرتا ہے اور اونچا بھی کرتا ہے۔ ارادۃً نہیں بلکہ فیصلہ فرماتا ہے ایسا کہ جن کے نتیجے میں بعض اعمال بے وزن دکھائی دینے لگتے ہیں اور بعض اعمال باوزن دکھائی دینے لگتے ہیں اور اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اٹھایا جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر رات کی صف لپیٹنے کے ساتھ ہی اس رات میں جو بھی اعمال ہوئے ہیں ان سب کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے کہ یہ اعمال کس نوعیت کے تھے، کیا ان کی حیثیت ہے، ایسا کرنے والے سے کیا سلوک ہونا چاہئے اور ساتھ ہی دن کے اٹھنے سے پہلے دن کے حسابات بھی سارے طے ہو چکے ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا حجابھم نور اس کا حجاب نور ہے یعنی لوگوں کے حجاب تو نور کو چھپانے کے لئے جیسے ہوتے ہیں ورنہ جو لوگ چھپنا چاہیں وہ اگر حجاب کے بغیر رہیں گے تو ننگے ہو جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نور کا حجاب اوڑھا ہوا ہے، عجیب مضمون ہے لوگ نور چھپانے کے لئے حجاب استعمال نور کا حجاب اوڑھا ہوا ہے۔ اس کا حجاب ہی نور ہے۔ پس جدھر تم دیکھو گے خدا کا نور دکھائی دے گا اور یہ وہ مضمون ہے جو کائنات پر نظر ڈالنے میں ایک نیا رنگ پیدا کر دیتا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ جدھر بھی دیکھو اسی طرف خدا کا نور دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نظم

؎ چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا (درثمین: 10)

یہ حجاب کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اور پھر ساری نظم نور ہی کی نظم ہے اور سب حجاب کی باتیں ہیں پر حجاب پر غور کرو تو وہ حجاب نور دکھائی دے رہا ہے حالانکہ ہے حجاب۔ پس اللہ تعالیٰ کا جو نور ہے وہ ایک ایسا حجاب ہے یا اللہ کا حجاب ایسا نور ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نور ہوتا ہے اور خدا نہیں کیونکہ خدا اس نور کے پردے کے پیچھے ہے۔ پس ہر چیز جو نور دکھائی دیتی ہے وہ ایک پردہ ہے اور جو پردہ زیادہ لطیف ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کے پرلی طرف خدا دکھائی دے گا۔ ان معنوں میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کا پردہ کیونکہ سب سے زیادہ شفاف تھا اس لئے فرمایا گیا کہ وہ مثال ہے اللہ کے نور کی۔ اگر قریب تر کوئی چیز دیکھنی ہے تو اس پردے کو دیکھو اس میں سے خدا کے نور کی زیادہ جھلکیاں دکھائی دیں گی۔ ورنہ ہر دوسرا پردہ جو نسبتاً کثیف ہے وہ اتنی زیادہ شان کے ساتھ اور سچائی کے ساتھ خدا کے نور کو ظاہر نہیں کر سکتا۔

پھر فرمایا نور کا حجاب خدا نے کیوں اوڑھا ہوا ہے۔ **لو کشفه لا حرقت سبحات وجهه ما انتهى اليه بصره من خفته** ۔ اگر خدا اپنے نور کا پردہ اٹھا دے تو اس کے چہرے کے جلوے، اس کی سبحات، اس کی جھلکیاں ہیں وہ حد نظر تک ہر مخلوق کو مٹا کر، جلا کر رکھ دیں، کوئی بھی چیز اس کو دیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتی اور ہر چیز جل کر خاک ہو جائے۔ اس لئے یہ پردہ محض ایسے حجاب کے طور پر نہیں کہ کوئی انسان اپنے عاشق سے چھپنا چاہتا ہے اور پوری طرح کھلے دل کے ساتھ اپنے محبوب کو نظارہ نہیں کروانا چاہتا یہ اور معنی رکھتا ہے۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ اے میرے عاشق میں تجھ سے اتنا پیار کرتا ہوں کہ تجھے ہلاک نہیں کرنا چاہتا، تجھے اپنا اتنا ہی نظارہ دکھاؤں گا جتنا تجھے برداشت کرنے کی استطاعت ہے۔ اس سے اگر آگے دکھایا تو پھر یہ تجھ پر ظلم ہوگا۔ دیکھنے والا ہی کوئی باقی نہیں رہے گا۔ پس حضرت موسیٰ سے جو طور پر سلوک ہوا تھا وہ اسی مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ کنجوسی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ تو ہر ایک کو اپنا وجود دکھانا چاہتا ہے مگر اس کا نور یا اسکی ذات جو ہے وہ ایک ناقابل فہم جلوہ ہے۔ ہمارے لئے جس تک ہمارے تصور کی بھی رسائی نہیں ہے جس کا پردہ جگمگا اٹھے ایک یہ بھی معنی ہے ”**حجابه النور**“ کہ اس کا پردہ تو ہر جگہ جگمگا رہا ہے وہ خود کیا ہوگا۔ جدھر بھی نظر ڈالو وہاں اس کی روشنی دکھائی دیتی ہے لیکن نظر میں نور ہو تو دکھائی دیتی ہے اگر نظر میں نور ہو تو کائنات کے ذرے ذرے میں اتنا نور دکھائی دیتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

کیا عجب تو نے ہر اک ذرے میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا (درثمین: 10)

تو نے کیسے عجیب خواص ہر ذرے میں رکھ دیئے ہیں ہر ایٹم میں ہر چھوٹی چیز میں ”کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا“ کہ ایک ذرے پر بھی نظر ڈال کے دیکھو تو اس کے اندر ایک اسرار کا عالم ہے۔کون ہے جو اس سارے عالم پر محیط ہو سکے اور سب کا نظارہ کر سکے۔

اور یہ بات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمائی اس وقت تک ایٹم کی توانائی اور اس کے اسرار کی بات لوگ سنتے نہیں تھے۔ابھی یہ بات عام گفتگو میں داخل ہی نہیں ہوئی تھی۔مگر چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کے نور سے دیکھ رہے تھے اس لئے آپؑ نے اس حقیقت کو جان لیا یعنی قرآن کے نور سے اور محمد ﷺ کے نور سے کہ خدا نے جو کچھ بھی پیدا کیا اس کا ذرہ ذرہ ایک نور ہے جو خدا کا حجاب ہے اور حجاب کا نور ہونا میرے نزدیک یہی معنی رکھتا ہے جو اس کے پیچھے ہے اس سے چمک رہا ہے اور کثیف سے کثیف بھی ہو تو جو اس کے پیچھے جلوہ گر ہے اتنی شان کا جلوہ گر، اتنی قوت سے جلوہ گر ہے کہ ہر حجاب اس کے چہرے کا نور بن گیا ہے۔پس اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کائنات کا مطالعہ کرتے ہیں تو بے اختیار کہتے ہیں ”کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا“ اور یہی مضمون ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا۔**حجابه النور** تو اس کے چہرے کا نقاب ہے۔**لو کشفه** اگر وہ اپنا چہرہ دکھا دے **لا حرقت سبحات وجهه ما انتهیٰ الیه بصره من خلقه** تو اس کے چہرے کا جلال اور اس کی چمک دمک اس کا جلوہ تا حد نظر ہر مخلوق چیز کو جلا کر رکھ دے۔

پھر صحیح بخاری میں ایک اور بڑی حدیث ہی بہت گہری اور آسمانوں کی سیر کرانے والی ہے مگر اس کا جس کا نور سے تعلق یہ حدیث بھی ایک خاص لطف اپنے اندر رکھتی ہے۔حضرت ابن عباس سے روایت ہے صحیح بخاری کتاب الدعوات **باب الدعاء اذا انتبه باليل**‘‘ اس کا ترجمہ میں آپ کے سامنے پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں رات بسر کی۔رسول اللہ ﷺ نے رات کو اٹھ کر وضو کیا اور نماز تہجد ادا کی اور آپؐ یہ دعا پڑھتے تھے اے اللہ میرے دل میں نور پیدا کر

دے اور میری آنکھوں میں نور اور میرے کانوں میں نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور کردے اور مجھے نور بنادے۔

اب یہ جو حدیث ہے یہ اس لئے میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ اس سے بعض جو سرسری نظر سے دیکھنے والے ہوں ان کے لئے غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کو مَثَلُ نُوْرِہٖ قرار دے کر پھر جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ تو حیرت انگیز ہے کہ آسمان سے شعلہ نور نہ بھی اترا تو یہ از خود بھڑک اٹھنے کے لئے تیار تھا پھر یہ دعا کیا معنی اور پھر قرآن کریم میں جو خوشخبری دی گئی ہے نور کی اس کے دائیں طرف چلنے کا ذکر ہے اور یہاں بائیں طرف بھی نور مانگا گیا ہے اور انسان پیچھے کی طرف تو نہیں جایا کرتا، پیچھے بھی نور مانگا گیا ہے تو اس حدیث کے حوالے سے ان اطراف کا کیا معنی ہے اور اس دعا کا کیا مقصود ہے۔ فرمایا اے اللہ میرے دل میں نور پیدا کردے۔ اب آپ کا دل تو نور الٰہی کا تخت گاہ تھا اور منور اور روشن دل تھا ''پیدا کردے سے کیا مراد ہے؟ درحقیقت یہ وہ نور ہے جو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا جس کی انتہا کوئی نہیں ہے جو بڑھنے والا ہے۔

اس دعا میں دو باتیں ہیں جو بالکل واضح ہیں اول یہ کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا مقام انکسار دکھایا گیا ہے۔ دوسرا مقام عرفان بتایا گیا ہے۔ انکسار اس پہلو سے کہ جس کو خدا تعالیٰ یہ خوشخبری دے کہ اول ما خلق اللہ نوری آپؐ فرماتے ہیں مجھے جو خدا نے بتایا ہے اس لحاظ سے خدا نے جو کچھ بھی پیدا کیا ہے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔ جس کو یہ خوشخبری مل چکی ہو جس کو خدا کے نور کی مثال قرار دیا گیا ہو اور جس کو آسمان سے اترنے والا نور قرار دیا گیا ہو جس کے ساتھ قرآن کا نور اترا وہ یہ کیا کہہ رہا ہے کہ اے خدا میرے دل میں نور رکھ دے۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ آپؐ انکسار کے بھی انتہائی مقام پر تھے اور عرفان کے بھی انتہائی مقام پر تھے۔ آپؐ جانتے تھے کہ نور کے عطا ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پورا خدا مل گیا ہے یا خدا کے نور کی انتہا کسی کو عطا ہوسکتی ہے۔ آپؐ بندے کا مرتبہ سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ نسبتی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے کا سفر لامتناہی ہے، کبھی ختم ہونے والا نہیں اور خدا سے نور اس طرح مانگوں جیسے جھولی خالی ہو۔ یہ انکسار کا بھی کمال ہے اور عرفان کا بھی کمال ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (القصص:25) میں جس طرح ایک خالی جھولی والا فقیر بن کر حضرت موسیٰ نے دعا مانگی تھی آپ نے یوں دعا مانگی گویا میں تو

نور مانگ رہا ہوں مجھے تو نور نہیں ملا ابھی۔ نہیں ملا کا لفظ نہیں ہے لیکن دعا کی طرز یہ ہے اللہ میرے دل میں نور پیدا کردے۔

دوسرے اس میں یہ مضمون ہے کہ نور کی عطا کے ساتھ نور کی پیاس بجھ نہیں جایا کرتی بلکہ بڑھ جایا کرتی ہے اور وہ سب جاہل جو کہتے ہیں کہ ہم نے سب کچھ پالیا۔ ہمیں اللہ سے مل گیا، وحی نازل ہوگئی، یہ مل گیا، وہ مل گیا۔ ان سے بڑا بے وقوف دنیا میں کوئی نہیں کیونکہ جس کو سب سے زیادہ ملا اس نے ایسے جھولی پھیلائی جیسے خالی ہو۔ اس نے تو ایسے ہاتھ بڑھایا جیسے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا تو مراد یہ ہے کہ دینے والے کی عطا لا متناہی ہے اور ہر عطا کے بعد اور مانگو اور مانگو اور مانگو۔ یہی وجہ ہے کہ جنت کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جنت میں اس طرح آگے بڑھتا ہوا دکھایا گیا ہے کہ منہ پر یہی دعا تھی رَبَّنَآ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا۔ رَبَّنَآ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا اے ہمارے رب ہمارا نور تمام کردے۔ مکمل کردے تو وہی دعا جو آپ نے جنت میں کرنی تھی یہ وہی مضمون ہے اس دنیا ہی سے اس کا آغاز ہو چکا تھا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اے میرے رب میرے دل میں نور پیدا کردے یعنی اتنا لطف آیا ہے پہلے نور سے اس کے باوجود بھوک نہیں مٹی اور مزید کی طلب پیدا ہوگئی ہے پس پیدا کردے سے مراد ہے نیا اور نور عطا کردے یہ مراد ہے نہ کہ واقعۃً ایک خالی دل ہو۔ پس یہ دعا کے بھی انداز ہیں اور انکسار کے بھی اور معرفت کے یہ خاص انداز ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے سیکھے اور ہمیں سکھائے۔

فرمایا میری آنکھوں میں نور اور میرے کانوں میں نور اور آنکھوں کا نور نہیں تھا تو دیکھا کس طرح پھر۔ آنکھوں کا نور تھا اور اتنا تھا کہ دنیا میں کسی کو وہ نور عطا نہیں ہوا کیونکہ آنکھ کے نور کے نتیجے میں انسان آسمانی نور کو دیکھ سکتا ہے اور سب سے زیادہ نور الٰہی کے جلوے، نور الٰہی ذات میں تو کسی کو دکھائی دے نہیں سکتا۔ اس کی تجلیات آپ نے دیکھی تھیں۔ ابھی آنکھوں کی حرص بھی پوری نہیں ہوئی اور ایک ایک عضو کر کے بتایا جا رہا ہے اس میں محبت کی انتہا بھی دکھائی دیتی ہے۔ اتنا پیار ہے اللہ کے نور سے کہ ایک ایک عضو کے لئے الگ الگ جھولی پھیلائی جا رہی ہے، ہاتھ اٹھایا جا رہا ہے، اے اللہ مجھے تجھ سے اتنا پیار ہے کہ میرے دل میں نور پیدا کردے۔ میری آنکھوں میں نور عطا کردے اور میرے کانوں میں نور، میرے کان کیوں محروم رہیں ان کو بھی نور کی بھیک عطا کر اور میرے دائیں بھی

نور عطا کر اور میرے بائیں بھی نور عطا کر دے۔

یہاں نیکی اور بدی والا مضمون نہیں ہے۔ یہاں محبت کی انتہا کا مضمون ہے کہ مجھے غرق کر دے اپنے نور میں۔ میری ہر طرف نور سے روشن ہو جائے اور ان معنوں میں کہ بائیں طرف بھی نیکیوں کی آماجگاہ بن جائے۔ یہ دعا اس مضمون سے تعلق رکھتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری رگوں میں بھی تمہاری رگوں کی طرح شیطان دوڑا کرتا تھا یعنی دوڑتا ہے طبعاً لیکن وہ مسلمان ہو چکا ہے وہ کلیۃً اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر چکا ہے تو بائیں طرف سے ہمیشہ شیطان حملے کرتا ہے اور عموماً نور کا تعلق ان معنوں میں دائیں طرف سے رکھا جاتا ہے۔ مگر جہاں محبت کا مضمون ہو جہاں عشق کی انتہاء ہو اور انسان یہ کہنا چاہے کہ اے خدا مجھے اپنے نور میں غرق کر دے وہاں بائیں طرف بھی نور مانگا جاتا ہے اور یہ نور آپ کو عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپؐ ہی نے تو فرمایا ہے کہ میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ بھی بدی کی طرف نہیں بلکہ نیکی کی طرف ہدایت دے رہا ہے، میرا نفس امارہ بھی گویا نیکی کی تعلیم دینے والا بن چکا ہے۔

پس یہ مضمون ہے جس میں وہ مضمون جو میں نے پہلے بیان کیا تھا چونکہ وہ مراد نہیں ہے اس کا زاویہ مختلف ہے اس لئے تصادم نہیں ہے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے بلکہ ایک اور انداز نور مانگنے کا اور نور کے معنوں کا اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور بھی وہی غرقابی کا مضمون اور غرق ہو کے انسان تہہ تک تو پہنچ جایا کرتا ہے مگر اس چیز کی تہہ جس کی کوئی تہہ ہو۔ وہ سمندر جو اتھاہ ہو، جس کی کوئی تہہ موجود نہ ہو، جس کا نہ دائیں کنارہ نہ بائیں، نہ آگے نہ پیچھے، نہ اوپر نہ نیچے، اس میں یہی دعا ہے جو موزوں دکھائی دیتی ہے اور بعینہٖ یہی ہونی چاہئے تھی مگر صاحب عرفان کے لئے۔ فرمایا میں تجھ میں ڈوبتا چلا جاؤں لیکن ہمیشہ میرے نیچے تو رہے گا میں کبھی بھی تیری آخری حد کو نہیں پہنچ سکتا نہ اوپر نہ دائیں نہ بائیں، نہ آگے نہ پیچھے ہر طرف تو ہی تو ہو اور پھر بھی سفر جاری رہے۔ سفر جاری ہونا اس دعا سے ظاہر ہے یعنی میں دعا مانگ رہا ہوں، مانگتا چلا جاؤں گا اور اس مضمون کو میرے لئے تو کامل فرماتا چلا جا اور پھر فرمایا مجھے نور بنا دے حالانکہ نور بن چکے تھے۔ پس جو نور بن چکا ہو وہ کہتا ہے مجھے نور بنا دے اس میں وہی مضمون ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔ نور بننے کے بعد آپ کی طبیعت کا انکسار بھی اس نور سے چمک اٹھا ہے۔ طبیعت کا جو انکسار ہے یہ بعض دفعہ اندھیروں کی وجہ سے ہوتا ہے بعض دفعہ روشنی کے نتیجے

میں۔اندھیروں کے نتیجے میں تو انسان کو اپنی جہالت میں اپنا پتا ہی کچھ نہیں اور اس وجہ سے بعض دفعہ منکسر ہو جاتا ہے اور یہ بات اندھیروں کے انکسار کی ایک تمثیل کی صورت میں بتائی گئی ہے کہ ایک دفعہ ایک شیر کو بھیڑوں کے گلے میں پالا گیا تو وہ بے چارہ اپنے آپ کو بھیڑ ہی سمجھا کرتا تھا اور ہر کتے کے بھونکنے سے ڈر جایا کرتا تھا، حالانکہ تھا شیر۔تو انکسار وہ کوئی نیکی کا انکسار نہیں تھا وہ جہالت کا انکسار تھا۔اپنے نفس کی معرفت نہیں تھی اس کو کہ میں کون ہوں یہاں تک ایک دفعہ واقعۃً ایک شیر گرجا ہے تو اس کے اندر کا شیر بھی جاگ اٹھا اور پھر وہ پلٹا ہے اس کے اوپر حملہ آور ہو کر تو سارے گلے کی حفاظت کا موجب بن گیا۔تو ذات کا عرفان نہ ہونے کے نتیجے میں بعض دفعہ انسان اپنی عظمت سے محروم رہ جاتا ہے۔بعض دفعہ اپنی اصل حقیقت سے محروم ہو جاتا ہے اور جو دوسرا عرفان ہے وہ انکساری پیدا کرتا ہے لاعلمی کی وجہ سے نہیں بلکہ پھر کچھ جاننے کے باوجود انسان سمجھتا ہے میں تو کچھ بھی نہیں۔جو کچھ وہاں سے ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے وہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ذات لامحدود ہے۔جس کے اندر لامتناہی عطا کی قوتیں موجود ہوں اس سے ایک گھونٹ مانگ بھی لیا جائے تو کیا فرق پڑے گا۔اگر سمندر بھی مانگ لوگے تو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ تمہارا جو ظرف ہے وہ تو محدود ہے مگر عطا کرنے والا محدود نہیں ہے۔پس اس سے مانگو،اس میں ایک اور مضمون جو محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ؐ کا ظرف بھی بڑھ رہا تھا اور جتنا خدا تعالیٰ کا نور آپ ؐ پر جلوہ گر ہو رہا تھا آپ ؐ کے ظرف کی توفیق بڑھتی چلی جا رہی تھی۔سیرابی کی کوئی ایسی منزل نہیں آئی جس میں آپ ؐ نے سمجھا ہو کہ جتنا سما سکتا تھا سما چکا ہوں بس اب اس سے زیادہ میں سمیٹ نہیں سکتا۔ورنہ ایک پیالی کو آپ سمندر میں ڈبوئیں اور پھر وہ پیالی اور پانی مانگے تو بالکل بے معنی بات ہے۔وہ پیالی ڈوبے گی۔جتنا بھرنا تھا بھر گئی پھر جب تک وہ الٹے نہ ایک دفعہ اور پانی مانگ نہیں سکتی اور خدا کا نور کب الٹا دیا جاتا ہے وہ تو ہمیشہ کے لئے ساتھ چمٹا کے رکھا جاتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ کا ظرف ہمیشہ تدریجاً ترقی کر رہا تھا۔جتنا نور عطا ہوتا تھا ظرف بڑھ جاتا تھا اور یہی اہل جنت کی دعا کا مفہوم ہے جو اس مثال سے میں نے آپ پر کھولا ہے۔اہل جنت جو یہ دعا مانگیں گے کہ اے خدا ہمارے آگے بھی نور کر ہمارے دائیں بھی نور کر اور ہمارے نور کو تمام کر دے کامل کرتا چلا جا۔یہ مراد ہے سب کچھ عطا ہونے کے باوجود خدا تعالیٰ ان کے ظرف بڑھاتا رہے

گا۔ان کی پیاس پہلے سے زیادہ کرتا چلا جائے گا اور یہ لامتناہی سفر جو ہے وہ چونکہ ہمیشہ نئی منزلوں کی طرف ہے، نئے نئے حسن کے نظاروں کی طرف ہے اس لئے کبھی بور نہیں ہوسکتا۔خدا کے حجاب میں بھی ایسا حسن ہے کہ اس کے سفر میں اگر آپ حرکت میں رہیں اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی طرف منتقل ہوتے رہیں تو ساری زندگی یہ سفر کریں کبھی ایک لمحہ بھی اکتانے کا نصیب ہو نہیں سکتا، کبھی آپ اکتاہٹ محسوس نہیں کر سکتے۔

اور یہ مضمون اسی آیت کی طرف پھر اشارہ کرتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۞ فَبِأَيِّ الَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (الرحمن:30، 31)

دیکھو خدا تمہاری خاطر کیسے کیسے جلوے دکھاتا چلا جا رہا ہے، ہر لمحہ اس کی شان بدلتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے حالانکہ وہ بدلتا نہیں ہے۔پس دیکھو تو سہی اپنی آنکھیں پیدا کرو اس کے حسن کے نظارے کی پھر یہ تمہاری زندگی کا تمام سفر حسن کا سفر ہو جائے گا اور کبھی ایک لمحہ کے لئے تم اکتا نہیں سکتے، بور نہیں ہو سکتے۔پس یہ سفر ہے جو اس دنیا میں ہمیں کرنے کا سلیقہ آنا چاہئے اور پھر جنت کے سفر کی اہلیت عطا ہوگی اور اس شرط کو یاد رکھو کہ جنت میں کوئی ایسا شخص حضرت محمد ﷺ کی معیت میں چلنے کی توفیق نہیں پائے گا جو آپؐ کے لئے کسی پہلو سے بھی ندامت کا موجب بنتا ہو۔جو ندامت کے موجب بنتے تھے دنیا میں ہی وہ اپنی معافیاں مانگ چکے ہوں گے۔تب ایسی جنت میں داخل کیے جائیں گے جو کمزوریاں اور داغ رکھتے تھے دنیا میں تَوْبَةً نَّصُوحًا کے ذریعے وہ کمزوریاں اور داغ دھونے کے فیصلے کر چکے ہوں گے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کو دھو ہو چکا ہوگا۔اس لئے ایسی موت مانگو جس موت سے پہلے یہ سارے مراحل طے ہو چکے ہوں اور کوئی ایسی کثافت اپنے ساتھ لے کر ہم اس دنیا میں نہ جائیں جو ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی معیت سے اس لئے محروم کر دے کہ ہمارا ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے کسی پہلو سے ندامت کا موجب ہو۔

یہ نور ہے اور یہ نور کا سفر ہے جسے سمجھنا چاہئے ،جس کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں اور جس طرح آنحضور ﷺ نے اپنی دعا کے ذریعے ہمیں اس نور کے مانگنے کے انداز سکھائے اور نور عطا ہو جانے کے باوجود پھر مزید طلب کی حکمت بھی ہمیں سمجھا دی اور خود ہمیشہ اس کی لامتناہی طریق پر طلب کرتے چلے گئے۔کبھی نہ تھکے نہ ماندہ ہوئے۔یہ مضمون بھی سمجھنا اس لئے ضروری ہے کہ نور کے سفر

میں بعض دفعہ نور ہی ظلمات میں انسان کو غرق کر دیا کرتا ہے۔ایسے شخص کا نور جس میں تکبر پایا جائے ، جس میں محمد رسول اللہ ﷺ کا انکسار نہ ہو اس کا نور بسا اوقات اس کو ہلاکت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ایسے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے جس سے نکلنا اس کے بس میں نہیں رہتا بلکہ اس میں ہمیشہ رہنا اس کی تقدیر بن جایا کرتا ہے۔پس نور کا حصول خود بھی تو خطرات کا ایک مضمون ہمیں دکھا رہا ہے۔ ایک خطرات سے پر رستہ بھی دکھا رہا ہے اور یہ نور ہو تو دکھائی دیتے ہیں اور جب نور اس درجہ روشن ہو جائے کہ وہ اس رستے کے نقصان اور خطرات بھی دکھانے لگے تو پھر بخشش کی ایک بے ساختہ دعا ہے اور ان معنوں میں حصول نور کے بعد پھر بخشش کی دعا آتی ہے۔

پس اپنے لئے نور بھی مانگتے چلو اور بخشش بھی مانگتے چلو اور اس کامل انکسار کے ساتھ آگے بڑھو جہاں ہر منزل کا حصول تمہیں اوپر کے رستوں کو دکھا کر اپنے آپ کے اندر ایک ادنیٰ ہونے کا احساس تو پیدا کرے ، نیچے کی طرف دکھا کر تکبر پیدا نہ کرے ۔اللہ کرے کہ ہمیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جیسے کامل رہنما کے پیچھے چلنے کے انداز عطا ہوں۔وہ اسلوب عطا ہو جائیں جو خود اس کامل رہنما ہی نے ہمیں سکھائے ہیں۔

اللھم صل علیٰ محمد و علی محمد و بارک وسلم انک حمید مجید.